

افق زندگی میں فروغ محبت

بشری حیات کا افق ہمیشہ فروغ محبت سے روشن و تابناک رہا ہے۔ محبت کے نتائج بڑے دور رس ہوتے ہیں۔ انسان کی مادی و معنوی ترقی میں محبت بڑے عجیب انداز سے اثر انداز ہوتی ہے۔ یہ عظیم طاقت فطرت کی رہ گذر سے ہوتے ہوئے انسانی ضمیر میں خمیر ہو کر ایک گھرے اور بیکراں سمندر میں جا کر ختم ہو جاتی ہے۔

اگر محبت کا حیات بخش فروغ افق زندگی سے محروم ہو جائے تو وحشتناک تنہائی و ناامیدی کی تاریکی آدمی کی روح کا محاصرہ کر لیتی ہے اور چہرہ حیات رنج و غم کا وہ مرقع پیش کرنے لگتا ہے جس کے دیکھنے سے آدمی زندگی سے بیزار ہو جائے۔

انسان فطرتاً مدنی الطبع پیدا ہوا ہے۔ دوسروں سے ربط و ضبط، میل ملاپ اس کے وجود کے ضروریات میں سے ہے۔ فکری اختلافات عموماً انسان کو بزم سے بیزار بنا کر تنہائی کا خوگر بنا دیتے ہیں۔ جو لوگ عمومی اجتماعات سے فرار کرتے ہیں اور تنہائی کے خوگر ہو چکے ہیں ان کے وجود و فکر میں یقیناً نقص پیدا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ یہ بات طے شدہ ہے کہ انسان کبھی بھی تنہائی میں خوش بختی کا احساس نہیں کر سکتا۔ بس یوں سمجھئے جس طرح انسان کی جسمانی ضروریات بہت زیادہ ہیں اور انسان ان کی تکمیل کے لئے مسلسل تگ و دو میں لگا رہتا ہے۔ اسی طرح اس کی روح تشنہ محبت ہے اور اس کی بیشمار خواہشات ہیں جن کی تکمیل کے لئے مسلسل سعی و کوشش کرتا رہتا ہے۔ انسان نے جس دن سے دنیا کے اندر قدم رکھا ہے اور اس نے اپنی کتاب زندگی کے اوراق کھولے ہیں اس وقت سے لیکر ان آخری لمحات تک جب اس کی کتاب زندگی ختم ہونے والی ہوتی ہے وہ محبت و خلوص مہربانی و نوازش کا بھوکا رہتا ہے اور اپنے دل میں اس کا احساس بھی کرتا ہے اسی لئے جب زندگی کے بوجہ کو اپنے کندھوں پر زیادہ محسوس کرنے لگتا ہے اور روح فرسا حادثات اس کو جھنجھوڑ کر رکھ دیتے ہیں۔ مصائب و متاعب، ناکامی و ناامیدی رشتہ امید کو قطع کرنے لگتی ہے تو وہ اس وقت بڑی شدت کے ساتھ ضرورت سے زیادہ مہر و محبت کا پیاسا نظر آتا ہے اور اس کا دل چاہتا ہے کہ اس کے دل پر امید کا نور سایہ فگن ہو جائے اور اس وقت اس کے سکون و آرام کی کوئی صورت مہر و محبت کے علاوہ نظر نہیں آتی ایسی حالت میں اس کے زخم و غم کا مرہم صرف نوازش و محبت ہی ہوا کرتی ہے۔

اپنے ہم نوع افراد سے الفت و محبت انسانی جذبات کا درخشاں ترین جذبہ ہے بلکہ اس کو فضائل اخلاقی کا منبع سمجھنا چاہئے۔ دل بستگی اور ارتباط قابل انتقال چیز ہے۔ دوسروں کی محبت حاصل کرنے کے لئے سب سے بہترین ذریعہ یہ ہے کہ انسان دوسروں سے محبت کرے اپنے پاک جذبات کو دوسروں پر بے دریغ نچھاور کرے اور یہ عقیدہ رکھے کہ اپنے ہم نوع افراد سے محبت کرنے کے علاوہ اس کا کوئی دوسرا فریضہ ہی نہیں ہے۔ دوسروں سے اظہار محبت بڑا نفع بخش سودا ہے اگر کوئی اپنے خزانہ دل کے اس گوہر کو دوسرے کو دیدے

تو اس کے بدلے میں اس کو بڑے قیمتی جواہرات ملیں گے۔ لوگوں کے دلوں کی کنجی خود انسان کے ہاتھ میں ہے اگر کوئی محبت کے گرانبھا خزانوں کو حاصل کرنا چاہتا ہے تو اپنے پاس خلوص و محبت سے بھرا دل رکھے اور لوح دل کو تمام نا پسندیدہ صفات سے منزہ کر لے۔

اہل فلسفہ کہتے ہیں : ہر چیز کا کمال اس کی خاصیت کے ظہور میں ہے اور انسان کی خاصیت انس و محبت ہے ، یہ انس و محبت کا جذبہ اور روحانی تعلق جو لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوتا ہے وہ ہمکاری و ہمزیستی کی بنیاد کو لوگوں میں مضبوط کرتا ہے۔

ڈاکٹر کارل اپنی کتاب ” راہ و رسم زندگی “ میں تحریر کرتا ہے : معاشرے کو خوشبخت بنانے کے لئے ضروری ہے کہ اس کے افراد ایک مکان کی اینٹوں کی طرح باہم متصل و متحد ہوں لیکن سوال یہ ہے کہ لوگوں کو کس سیمنٹ کے ذریعہ اینٹوں کی طرح متصل کیا جائے ؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ سیمنٹ محبت ہے۔ جو کبھی کسی ایک خاندان کے اندر دکھائی دیتی ہے لیکن اس خاندان کے باہر اس کا وجود نہیں ہوتا۔ اپنے ہم نوع افراد سے محبت کرنے کے دو پہلو ہوتے ہیں ایک پہلو تویہ ہوتا ہے کہ اپنے کو اس لائق بنائے جس کی وجہ سے دوسرے اس سے محبت کریں جب تک معاشرے کا ہر فرد اپنی نا پسند عادتوں کو ترک کرنے کی کوشش نہ کرے گا معاشرہ خوشبخت نہیں ہو سکے گا۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنے کو بدلیں اور اپنے ان عیوب سے نجات حاصل کریں جن کی وجہ سے لوگ ہم سے کتراتے ہیں۔ اس وقت ممکن ہے کہ ایک پڑوسی دوسرے پڑوسی کو محبت کی نظر سے دیکھے، ملازم آقا سے ، آقا ملازم سے محبت کرے۔ انسانی معاشرے کے اندر صرف عشق و محبت کے سہارے وہ نظم پیدا کیا جا سکتا ہے۔ جو فطرت نے ہزاروں سال سے چونٹیوں اور شہد کی مکھی میں پیدا کیا ہے کہ دونوں مٹھاس پر جمع ہوتی ہیں۔

جز محبت نپذیریم کہ برلوح وجود نیست پایندہ تر از نقش محبت رقمی

ہم اس بات کو نہیں تسلیم کر سکتے کہ لوح وجود پر نقش محبت کے علاوہ کوئی اور چیز پایندہ تر ہو سکتی ہے۔

تکبر باعث نفرت ہے

”حب ذات“ کاغریزہ انسانی فطرت میں ان بنیادی غرائز میں سے ہے جو بقائے حیات کے لئے ضروری ہے ، انسان کی اپنی حیات سے دلچسپی اور اس کی بقاء کے لئے کوشش کا سر چشمہ یہی ” حب ذات“ ہے ، اگر چہ یہ فطرت کا عطا کردہ ذخیرہ ایک بہت ہی نفع بخش طاقت ہے اور بہت سے پسندیدہ صفات کو اسی غریزہ کے ذریعہ انسان میں پیدا کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اگر یہ غیر معقول صورت میں اور بطور افراط نمایاں ہو جائے تو مختلف برائیوں اور اخلاقی انحرافات کا سبب بھی بن جاتا ہے۔

فضائل اخلاقی کے لئے سب سے بڑا خطرہ ”حب ذات“ میں افراط ہے۔ کیونکہ حب ذات میں افراط کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پھر اس کے دل میں دوسرے افراد سے محبت کرنے کی جگہ ہی باقی نہیں رہتی اور یہی حب ذات میافراط انسان کو اپنی غلطیوں کے اعتراف سے روکتا ہے اور ان حقائق کے قبول کرنے پر تیار نہیں ہونے دیتا ، جن سے اس کے تکبر کا شیشہ چور ہو جاتا ہو۔

پروفیسر روبنسون کہتا ہے : ہم کو بارہا یہ اتفاق ہوتا ہے کہ خود بخود بغیر کسی زحمت و پریشانی کے اپنا نظریہ بدل دیتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی دوسرا ہمارے نظریہ کی غلطی یا اشتباہ پر ہم کو مطلع کرے تو پھر دفعۃً

ہم میں ایک انقلاب پیدا ہو جاتا ہے اور ہم اس غلطی کو تسلیم نہیں کرتے بلکہ اس کا دفاع کرنے لگتے ہیں ہم کسی بھی نظریہ کو خود بڑی آسانی سے قبول کر لیتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی دوسرا ہم سے ہمارا نظریہ چھیننا چاہے تو ہم دیوانہ وار اس کا دفاع کرنے لگتے ہیں۔ ظاہر سی بات ہے ہمارے عقیدہ و نظریہ میں کوئی مخصوص رابطہ نہیں ہے صرف اسکی وجہ یہ ہے کہ ہماری خود خواہی و تکبر کی حس مجروح ہوتی ہے۔ اس لئے ہم تسلیم نہیں کرتے اور اسی لئے اگر کوئی ہم سے کہے کہ تمہاری گھڑی پیچھے ہے یا تمہاری گاڑی بہت پرانے زمانہ کی ہے تو ممکن ہے کہ ہم کو اتنا ہی غصہ آجائے جتنا یہ کہنے پر آتا ہے کہ تم مریخ کے بارے میں جاہل ہو یا فراعنہ مصر کے بارے میں تمہاری معلومات صفر کے برابر ہے۔ (آخر یہ غصہ کیوں آتا ہے صرف اس لئے کہ ہمارے تکبر اور ہماری انانیت کو ٹھیس نہ لگ جائے)

انسانی نیک بختی اور بشری سعادت کی سب سے بڑی دشمن ”خود پسندی“ ہے لوگوں کی نظروں میں تکبر و خود پسندی جتنی مذموم صفت ہے کوئی بھی اخلاقی برائی اتنی نا پسند نہیں ہے۔ خود پسندی الفت و محبت کے رشتہ کو ختم کر دیتی ہے۔ یگانگت و اتحاد کو دشمنی سے بدل دیتی ہے اور انسان کے لئے عمومی نفرت کا دروازہ کھول دیتی ہے انسان کو چاہئے کہ وہ جتنا دوسروں سے اپنے لئے احترام و محبت کا خواہشمند ہو، اتنا ہی دوسروں کی حیثیت و عزت و وقار کا لحاظ کرے اور ان تمام باتوں سے پرہیز کرے جن سے حسن معاشرت کی خلاف ورزی ہوتی ہو یا رشتہء محبت کے ٹوٹ جانے کا اندیشہ ہو۔ لوگوں کے جذبات کا احترام نہ کرنے سے اس کے خلاف عمومی نفرت کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے اور خود وہ شخص مورد اہانت بن جاتا ہے۔

معاشرے میں ہر شخص کے حدود معین ہونا چاہئیں۔ ایک شخص اپنی شائستگی اور لیاقت کے اعتبار سے لوگوں کی مخلصانہ محبت و احترام کو حاصل کرتا ہے لیکن جو شخص چہار دیواری میں محصور ہوتا ہے اور تکبر اس کے مکان وجود کو مسخر کر لیتا ہے وہ صرف اپنی خواہشات کو پیش نظر رکھتا ہے اور دوسروں کے حقوق کا بالکل لحاظ نہیں کرتا۔ اور وہ اپنی سی کوشش کرتا ہے کہ معاشرے میں جس طرح بھی ہو مشہور و محترم ہو جائے اور اپنی موہوم برتری کو معاشرے پر بھی لادنا چاہتا ہے اور یہی بے موقع اصرار و توقع لوگوں کو اس سے متنفر بنا دیتا ہے اور پورا معاشرہ اس سے شدید نفرت کرنے لگتا ہے اور اس کو تکلیف پہونچانے پر اتر آتا ہے اور یہ شخص (متکبر) مجبوراً قلبی اضطراب و روحی تکلیف کے ساتھ خلاف توقع ان مصائب و تکالیف کو برداشت کرتا ہے۔

تکبر کا لازمہ بد بینی ہے، متکبر کی آتش بد گمانی کا شعلہ ہمیشہ بھڑکتا رہتا ہے اور وہ سب ہی کو اپنا بد خواہ اور خود غرض سمجھتا ہے اس کے ساتھ مسلسل ہونے والی بے اعتنائیوں اور اس کے غرور کو چکنا چور کر دینے والے واقعات کی یادیں اس کے دل سے کبھی محو نہیں ہوتیں اور بے اختیار و نا دانستہ اس کے افکار اس طرح متاثر ہو جاتے ہیں کہ جب بھی اس کو موقع ملتا ہے وہ پورے معاشرے سے کینہ توزی کے ساتھ انتقام پر اتر آتا ہے اور جب تک اس کے قلب کو آرام نہ مل جائے اس کو سکون نہیں ملتا۔

جب خود پرستی و تکبر کا اھرمن انسان کی فطرت میں اثر انداز ہو جاتا ہے اور انسان اپنی اس روحانی بیماری کی وجہ سے ”احساس حقارت“ میں مبتلا ہو جاتا ہے، تو پھر یہی بیماری رفتہ رفتہ ”عقدہ حقارت“ میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ پھر یہی چیز بہت سے خطرات کا مرکز اور مختلف جرائم کا منبع بن جاتی ہے اور متکبر کو روز افزوں شقاوت و بد بختی کی طرف کھینچتی رہتی ہے۔ اگر آپ دنیا کی تاریخ کا مطالعہ فرمائیں تو یہ حقیقت آپ پر منکشف ہو جائے گی اور آپ کو یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ جو لوگ انبیائے الہی کی مخالفت کرتے رہتے تھے اور حق و حقیقت کے قبول کرنے سے اعراض کرتے رہے تھے وہ ہمیشہ دنیا کی خونیں جنگوں

میں اس بات پر راضی رہتے تھے کہ ہستی بشر سر حد مرگ تک پہنچ جائے اور یہ جذبہ ہمیشہ حاکمانِ وقت کے غرور و خود پرستی ہی کی بنا پر پیدا ہوتا تھا ۔

آپ نے دیکھا ہو گا کہ پست اقوام و پست خاندان میں پرورش پانے والے افراد جب معاشرہ میں کسی اچھی پوسٹ پر پہنچ جاتے ہیں تو وہ متکبر ہو جاتے ہیں ۔ اور اس طرح وہ اپنی اس حقارت و ذلت کا جبران کرنا چاہتے ہیں جو پستی خاندان کی وجہ سے ان کے دامن گیر تھی ، ایسے لوگ اپنی شخصیت کو دوسروں کی شخصیت سے ماوراء سمجھتے ہیں ۔ اور ان کی ساری کوشش یہی ہوتی ہے کہ اپنی شرافت کا ڈھنڈھورا پیٹیں ۔ محترم پڑھنے والے اپنے ارد گرد اس قسم کے لوگوں کو دیکھ سکتے ہیں ، جو شخص واقعی بر جستہ پر ارزش ہوتا ہے وہ اپنے اندر کبھی بھی اس قسم کا احساس نہیں کرتا اور نہ اس بات کی کوشش کرتا ہے کہ اپنی بزرگی کی نمائش کرے ، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ خود نمائی سر مایہ برتری نہیں ہے ، اور غرور و تکبر نے نہ کسی کو شائستگی بخشی ہے اور نہ کسی کو عظمت و سر بلندی کی چوٹی پر پہنچا یا ہے ۔

ایک دانشمند کہتا ہے : امیدوں کے دامن کو کوتاہ کرو اور سطح توقعات کو نیچے لے آؤ ۔ اپنے کو خواہشات کے جال سے آزاد کراؤ ۔ غرور و خود بینی سے دوری اختیار کرو قید و بند کی زنجیروں کو توڑ دو ۔ تاکہ روحانی سلامتی سے ہم آغوش ہو سکو ۔

بزرگانِ دین درس تواضع دیتے ہیں

فضائل اخلاقی میں سے ایک چیز جو رمز محبوبیت ہے اور جلب محبت و دوستی کا بہترین ذریعہ ہے وہ ” تواضع و فروتنی “ ہے ، متواضع شخص اپنے اس اخلاقی فریضہ کے سبب معقول حد تک ترقی کر لیتا ہے ۔ یہ بات ضرور ذہن میں رکھئے کہ ” تواضع “ اور ” چاپلوسی “ میں زمین آسمان کا فرق ہے ، انمیں سے ہر ایک کا حساب الگ ہے ۔ کیونکہ تواضع فضیلت اخلاقی کی حکایت کرتی ہے اور شرافت نفس ، عظمت ، شخصیت ، باطنی سکون کا پتہ دیتی ہے لیکن چاپلوسی پستی اخلاق اور عدم شخصیت کا پتہ دیتی ہے ۔

حکیم لقمان نے اپنے بیٹے کو سود مند نصائح کرتے ہوئے فرمایا تھا : نخوت و تکبر سے پرہیز کرنا ۔ قرآن مجید کہتا ہے : ” **و لا تصعر خدک للناس و لا تمش فی الارض مرحا انّ اللہ لا یحب کل مختال فخور** “ (۱)

اور لوگوں کے سامنے (غرور سے) اپنا منہ نہ پھلانا ، اور زمین پر اکڑ کر نہ چلنا کیونکہ خدا کسی اکڑنے والے اور اترانے والے کو دوست نہیں رکھتا ۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں : اگر خدا کسی بندے کو تکبر کی اجازت دیتا تو (سب سے پہلے) اپنے مخصوص انبیاء اور اولیاء کو اجازت دیتا ۔ لیکن خدا نے اپنے انبیاء و اولیاء کے لئے بھی تکبر پسند نہیں فرمایا ، بلکہ تواضع و فروتنی کو پسند فرمایا (اسی لئے) انبیاء و اولیاء نے (خدا کے سامنے) اپنے رخساروں کو زمین پر رکھ دیا اور اپنے چہروں کو زمین پر ملا اور ایمانداروں کے سامنے تواضع و فروتنی برتا ۔

تکبر کرنے والے قطع نظر اس بات کے کہ پورا معاشرہ ان کو نفرت کی نظر سے دیکھتا ہے ان کے لئے سر کار دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا : تکبر سے بچو کیونکہ جب کسی بندے کی عادت تکبر ہو جاتی ہے تو خدا حکم دیتا ہے : میرے اس بندے کا نام جباروں میں لکھ لو ۔ (۲)

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا : جو شخص تکبر کی بیماری میں مبتلا ہو جاتا ہے وہ اپنے باطن میں ذلت و پستی کے احساس کی وجہ سے اس میں مبتلا ہوتا ہے ۔ (۳)

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام فرماتے ہیں : تکبر و خود پسندی کے مراتب میں : ان مراتب میں ایک مرتبہ یہ ہے کہ خود پسند افراد کی نظروں میں ان کے برے اعمال بھی اچھے معلوم ہوتے ہیں ، لہذا ان برے اعمال سے یہ لوگ محبوب رکھتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ انہوں نے بڑے اچھے کام کئے ہیں ۔ (۴)

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں : خبر دار اپنے نفس سے راضی نہ ہونا ورنہ تمہارے دشمن بہت ہو جائیں گے ۔ (۵)

مگ برائیڈ کہتا ہے : ایک فرد یا ایک ملت کی برتری طلبی کا مطلب دوسرے اشخاص یا اقوام کو ذلیل کرنا اور پست شمار کرنا ہے ، آج کل کی نفرت، دشمنی اور کشمکش بھی زیادہ تر عقدہٴ حقارت کی پیداوار ہے اس قسم کے طرز تفکر کا مطلب درحقیقت ایک قسم کے جھوٹے احساس حقارت کا جبران ہے ۔ ورنہ کوئی بھی با شرف و پاکیزہ نہاد انسان اپنے اور دوسروں کے درمیان اور اپنے و دیگر اقوام کے درمیان کسی امتیاز و اختلاف کا تصور بھی نہیں کر سکتا !

متکبر و خود خواہ لوگ اپنے تمام اعمال و کردار کو اچھا سمجھتے ہیں اور اپنے نواقص کو فضائل شمار کرتے ہیں جیسا کہ چند سطروں پہلے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا قول نقل کیا گیا ۔

ایک ماہر نفسیات کہتا ہے : متکبر اپنے نقائص کو فضائل اور اپنے عیوب کو محاسن سمجھتا ہے اگر اس کو اپنے ماتحتوں پر جلدی غصہ آجائے تو اس کو اپنی شخصیت کے قوی ہونے کی دلیل سمجھتا ہے ۔ متکبر اپنی لاغری و ضعف کو اپنی روح کی بلندی خیال کرتا ہے اور دوسروں کے موٹا پے کو مضحکہ خیز سمجھتا ہے اور اپنے موٹا پے کو صحت مندی، سلامتی عقل اور سلامتی جسم خیال کرتا ہے اور کمزوروں کو احمق سمجھتا ہے اور ان کو اعتماد و بھروسہ کے قابل نہیں سمجھتا وغیرہ وغیرہ ۔ آج کل کے دانشمند تکبر کو ایک قسم کی بے عقلی اور دیوانگی خیال کرتے ہیں ۔ لیجئے حضرت علی علیہ السلام کے اقوال سنئیے :

۱۔ غرور و خود پسندی عقل و خرد کو بر باد کرنے والی ہے ۔ (۶)

۲۔ جس کی قوت فکر ضعیف ہوتی ہے اس کا غرور زیادہ ہوتا ہے ۔ (۷)

۳۔ تواضع و فروتنی عقلمندی کی اساس ہے اور تکبر و خود پسندی بے عقلی کی بنیاد ہے ۔ (۸)

۴۔ خود پسندی و تکبر ایک اندرونی بیماری ہے ۔ (۹)

متکبر و خود پسند کبھی اپنی اصلاح پر موفق نہیں ہوا کرتا ۔ اور نہ اپنی شخصیت کو بلند کر سکتا ہے ۔

۵۔ جو اپنی اچھی حالت پر ناز کرتا ہے اور اپنی رفتار کو دوسروں کی رفتار سے بلند خیال کرتا ہے وہ اپنی اصلاح سے عاجز رہتا ہے ۔ (۱۰)

ڈاکٹر ہیلن شاختر کہتا ہے : اپنی ناکامی کی حالت میں دوسروں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کا ایک ذریعہ ڈینگ مارنا اور اپنی تعریف کرنا ہے ۔ اور جن کاموں کے واقع ہونے کی امید ہو اور وہ نہ ہو سکیں اور جن توفیقات کی تمنا ہو اور وہ پوری نہ ہو سکیں ان کو واقع شدہ شمار کرنا اور اپنی طرف ان کی نسبت دینا اور جن کاموں کو انجام نہ دے سکا ہو ان کے بدلے میں انکے بارے میں بہت گفتگو کرنا اور اپنے انجام دیئے ہوئے کاموں کو بہت بڑا بنا کر پیش کرنا بھی لوگوں کی توجہ کو مبذول کر لیتا ہے ۔ اس قسم کے لوگ ایسی ڈینگیں مارکے اور ایسے ایسے جھوٹ بولنے میں اپنے کو مشغول رکھ کر اپنا وقت بر باد کر دیتے ہیں ۔

جو شخص خود پسندی کا شکار ہوتا ہے وہ اپنے نقائص کا ادراک نہیں کر پاتا اور نہ دوسروں کے خصائل و برتری کا احساس کر پاتا ہے ۔ حضرت علی علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں : اپنے تکبر کو پسند کرنے والا ہمیشہ اپنے عیوب سے بے خبر ہوتا ہے اور اگر اس کو دوسروں کی فضیلت و برتری کا احساس ہو جاتا تو اپنے نقائص

کا جبران کر لیتا - (۱۱)

اسلام جو ایک بہترین شہریت کا راہ نما اور حیات بخش معاشرہ کا داعی ہے وہ ہر قسم کے امتیازات کو نابود کرنا چاہتا ہے جو خلاف انصاف ہوں اور صرف تقویٰ و پاکیزگی کے امتیاز کو باقی رکھنا چاہتا ہے حضرت علی علیہ السلام کا ارشاد ہے : تونگری و مالدار سے خدا کی پناہ مانگو - کیونکہ دولت و ثروت میں مست آدمی کبھی ہوش میں نہیں آتا اور نہ اعتدال کی حالت اس میں پیدا ہوتی ہے - (۱۲)

حضرت سرور کائنات (ص) کی خدمت میں ایک دن ایک مالدار شخص آگیا اس کے بعد ایک غریب و مفلس آدمی بھی شرف یاب ہوا - اور آکر اس مالدار کے پاس بیٹھ گیا - مالدار شخص نے فوراً اپنا لباس سمیٹ لیا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اس صورت حال کو ملاحظہ فرما رہے تھے آپ نے ایک مرتبہ اس مالدار شخص کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا :

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم :! کیا تم کو یہ ڈرتا ہے کہ اس فقیر کی فقیری کہیں تم کو نہ لگ جائے اس لئے تم نے اپنا دامن سمیٹ لیا ؟

مالدار : جی نہیں !

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم : کیا تم کو یہ خطرہ تھا کہ کہیں تمہاری دولت و ثروت کا کچھ حصہ اس غریب کو نہ مل جائے اس لئے تم نے دامن سمیٹ لیا ؟

مالدار : نہیں سرکار یہ بات بھی نہیں ہے !

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم : کیا تم کو یہ خوف لاحق ہو گیا تھا کہ کہیں اس کا لباس تمہارے لباس کو آلودہ نہ کر دے اس لئے تم نے اپنے کپڑے سمیٹ لئے ؟

مالدار : نہیں حضور یہ بات بھی نہیں ہے -

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پھر تم نے اپنا دامن کیوں سمیٹا ؟

مالدار : یا رسول اللہ میری مالداری نے حقائق کا ادراک کرنے اور واقع بینی کو مجھ سے سلب کر لیا ہے اور میری برائیوں اور کمیوں کو میری نظر میں مستحسن بنا دیا ہے اس لئے میں نے ایسا کیا - اے خدا کے رسول میں اپنے اس نازیبا سلوک کے جرم میں اس شخص کو اپنی آدھی دولت دینے کے لئے تیار ہوں !

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس فقیر کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے فرمایا : کیا تم اس بخشش کو قبول کرنے پر تیار ہو ؟

مرد فقیر نے کہا : نہیں مجھے قبول نہیں ہے -

مالدار نے پوچھا : آخر کیوں قبول نہیں ہے ؟

مرد فقیر : مجھے ڈر ہے کہ دولت پا کر کہیں میرے اندر بھی یہ قبیح صفت نہ پیدا ہو جائے -

لہذا اگر متکبر خود پسند واقعی اپنی سعادت و خوش بختی کا خواہاں ہے تو اس کو اپنی اصلاح کی فکر کرنی چاہئے اور اس نفرت انگیز صفت سے اپنی شخصیت کو الگ کرنا چاہئے کیونکہ اگر اس نے اس کی سرکوبی کی کوشش نہ کی تو ہمیشہ نا کامی کا شکار رہے گا -

حوالہ

- ٢- نهج الفصاحة ص ١٢
- ٣- كافي ج ٣ ص ٤٦١
- ٢- وسائل الشيعة ج ١ ص ٤٢
- ٥- غرر الحكم ص ١٤٧
- ٦- غرر الحكم ص ٢٦
- ٧- غرر الحكم ص ٦٥١
- ٨- غرر الحكم ص ١٠٢
- ٩- غرر الحكم ص ٤٧٨
- ١٠- غرر الحكم ص ٦٧٨
- ١١- غرر الحكم ص ٩٥
- ١٢- غرر الحكم ص ١٣٨